"شعرِ حافظؔ، روحِ تصوّف"

محمد شفیع خان لیکچرار فارسی

خدائے لم یزل نے اس دارِ فانی میں وقتاً فوقتاً ایسی عہد ساز شخصیتوں کو پیدا کیا ہے جو راہِ عدم کی طرف رواں ہونے کے بعد نہ صرف خود زندہ و جاوید رہتی ہیں بلکہ وہ از منۂ رفتہ کو ہر آنے والے وقت کے ہمدوش بھی لا کھڑا کر دیتی ہیں وہ ماضی کو حال کے ساتھ چلنے کا ہنر سکھاتی ہیں زمانے کی گود میں ایسے آفتاب بے غروب کی ایک مخصوص تعداد ہے جن میں حافظ شیرازی ؔ بھی مخصوص شناخت کے ساتھ نظر آتا ہے پوری دنیا میں حافظ اس قدر مشہور ہے کہ یہ نام سنتے ہی خود بہ خود ایران کی وہ حسین و جمیل تصویر آنکھوں کے سامنے محوِ رقص ہونے لگتی ہے جو انسان کے احساسات و خیالات کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے حافظ کا نام سنتے ہیں انسان کے اندر خود آگاہی کا عالم اندرون نورِ عشق سے جگمگا اٹھتا ہے اور رقص و سرود کی سرور بخش کیفیت میں ڈوب جاتا ہے دل و دماغ کے دریچے

Scanned with CamScanner

خود بخود نسیم عطر بیز کو اپنے اندر داخل کرنے کیلئے کھل جاتے ہیں نظروں کے سامنے سے محدودیت کے پردے سرک جاتے ہیں اور دامن دل لطف و لوچ کی گلباریوں کو اپنے اندر سنبھالنے کی خاطر فرط شوق و نشاط میں وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ غالباً زمانہ اس حقیقت سے پہلے ہی واقف تھا کہ اس خوشبودار پھول کی ہوش رُبا مہک کی سرمستی میں سراغ شجر کی حاجت ہی باقی نہیں رہے گی لگتا ہے کہ اسی لئے زمانے نے حافظ کے بارے میں خواطر خواہ حد تک اطلاعات باقی نہیں چھوڑی ہیں۔

شعر حافظ ایک ایسی وسیع و عریض دنیا ہے جسکی وسعتوں اور پہناوریوں کو سر کرنا صدیاں گذرنے کے باوجود بھی ابھی بڑی حد تک باقی ہے۔ یہ کثیر الجہت دنیا ایسی دلکش و دلفریب ہے کہ ہر نو وارد عزم صمیم کے باوجود بھی کسی ایک گوشۂ واحد کا ہی نذر ہو کر رہتا ہے حافظ کی شعری فضا میں شاہین و شہباز تو کیا بلکہ ہُد ہُد سلیمانی بھی پرواز کرنے سے کتراتے ہیں۔ حافظ کی کائنات شعر کی وسعت و عظمت کا سرسری سا اندازہ اس شعر سے لگایا جاسکتا ہے جو خود حافظ کا ہی ہے ؎

بر سر تربت ماچوں گذری ہمت خواہ
کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود

حافظ کا اصل نام شاید ہی کسی کی زبان پر آتا ہو وہ چاک قلم کی زبان سے ٹپک ٹپک کر قرطاس کو زیب و زینت تو ضرور بخشتا ہے لیکن لسان الغیب، ترجمان الاسرار اور خود لفظ حافظ میں وہ کہرباسی کشش پائی جاتی ہے جو دل و دماغ اور روح و جان کو کھینچ لیتی ہے اگر یوں کہا جائے کہ اسرار کی ترجمانی کرنا، رموز غیب کو زبان عطا کرنا اور حکمت ربانی کے جواہر بیش بہا کو صاحبدل اور صاحب نظر اور حقیقت بینوں کے سامنے رکھنا ہی وہ عظیم اور مقدس کارنامہ ہے جس میں دوام حافظ کی بنیادیں تلاش کی جاسکتی ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ شعر حافظ کے دلکش اور نظر گیر بازار نے جہاں حقیقت

Scanned with CamScanner

شناسوں کے لئے متاع بے بدل فراہم کیا ہے وہاں اس میں ظاہر بینوں کے لئے بھی سرمایۂ تسلی موجود ہے اس خزانۂ گراں مایہ میں جو لعل وجواہر ہیں ان کی اصلیت میں کوئی نقص نہیں البتہ ہر دیکھنے والا اپنی سطح کے مطابق شناخت و تشخیص کرتا ہے جس کے ساتھ مشاہد کا کوئی سروکار نہیں ہے۔ زر شناس اور زرین رنگ کو پسند کرنے والے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

کارساز دوجہاں نے شعرِ حافظ میں وہ خوبی اور خاصیت پوشیدہ رکھی ہے جسکی بدولت حافظ کو لازوال شہرت اور روز افزوں وقار نصیب میں آیا ہے۔ حافظ کی شاعری میں روحِ عشق مضمر ہے جسکے سبب زمانے کے عبور و مرور نے اس پر کوئی منفی اثر نہیں ڈالا۔ حافظ کا یہ شعر اس راز کی تفہیم میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

یہ حافظ کے شعری نگارخانے کی رنگارنگی، جادوی کشش، جاذبیت نظر اور کثیرالجہتی ہے کہ دیکھنے والا بے اختیار ہوکر اپنے دامنِ حواس کو تھام نہیں پاتا ہے۔ اس کے دل و دماغ پر جادو کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور حیرت زدگی کے عالم میں اس کے خیال بکھر جاتے ہیں۔ حافظ کی شاعری کا ہر نقش اور ہر رنگ اپنے اندر کشش کہربائی اور عمق دریا کی رکھتا ہے۔ کچھ تو ظاہری چمک دمک میں الجھ کر اسی کو منتہٰی منزل سمجھ بیٹھتے ہیں اور بعض دیدہ دلیری اور بصیرت قلبی کی وجہ سے ظاہری رونق اور صوری حسن و جمال سے بھی محفوظ ہوتے ہیں اور حقیقت کی معنوی گہرائیوں میں اتر کر صدفِ مراد سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ حافظ خود اس حقیقت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں

ترا چنانکہ توئی، ہر نظر کجا بیند

بقدر بینش خود ہر کسی کند ادراک

Scanned with CamScanner

حافظ خدا مست ہے یا ہوس پرست ؟ حافظ عارف حقیقی ہے یا عاشق مجازی ؟ یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جن کا جواب نہیں بلکہ صحیح جواب جاننا اتنا ہی ضروری اور ناگزیر ہے جتنا پیاسوں اور تشنہ لبوں کے ایک ہجوم میں یہ اعلان کرنا اہم ہے کہ وہ جو پانی پینے جا رہے ہیں وہ شکر آمیز ہے یا زہر آگین ! اگر حافظ شاعر عشق پرست ہے تو پھر عقل محض کی عینک آنکھوں پر چڑھا کر اسکی پہچان نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن بھی ہے۔ عشق کو پہچاننے کیلئے دیدۂ جہان بین نہیں بلکہ دیدۂ جان بین درکار ہے حافظ اس کا انکشاف کرنے میں یوں رطب اللسان ہے۔ ؎

دیدن روی ترا دیدۂ جان بین باید
ایں کجا مرتبۂ چشم جہاں بین من است

عقل پر عشق کی برتری حافظ کے اس شعر سے بھی ظاہر ہوتی ہے ؎

مقام عشق را درگہ بسی بالاتر از عقل است
کسی آن آستان بوسد کہ جان در آستین دارد

ایک اور جگہ یہ قادر الکلام شاعر اس طرح بیان کرتا ہے ؎

من بندہ آزادم عشق است امام من
عشق است امام من عقل است غلام من

حافظ کی جادو بیانی سے کس کو انکار ہو سکتا ! جو بھی حافظ کی شاعری پر قلم اٹھاتا ہے وہ بہ صد نیاز ہی اٹھاتا ہے اپنے مُوۓ قلم سے جو کوئی بھی عشقِ حافظ کی مصوری کرتا ہے وہ اس میں خون جگر اور نور نظر سے ہی رنگ بھر دیتا ہے۔ یہ سب اپنی جگہ پر بجا لیکن شعر حافظ کے تحت الثریٰ تک اترنے کے لئے حافظ شناسی کی نازک و باریک پگڈنڈیوں اور وہاں کے نشیب و فراز کی راہ پیمائی کرنے کے آداب و انداز سے واقف ہونا انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ جب حافظ شاعر کہلانے کے علاوہ عارف کامل بھی کہلاتا ہے تو معاملہ نازک اور

اختیار طلب معاملہ ہے۔ اگر حافظ صرف ایک شاعر ہوتا تو کسی کو اس خیال کے ساتھ اتفاق نہ ہو سکتا کہ ان کی مئے محض مجازی ہے لیکن جب ان کی شاعری کا مقصود معرفت ہو تو یہ خیال محل نظر ہے تو اس کو شعری کمال ہی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اگر حافظ کے ہاں شراب انگور ہے تو اس سے پاک امام شخص کو اجتناب کرنا ضروری ہے اور اگر یہ معرفت حقیقی کی شراب مقصود ہے تو اس میں شراب انگور کا حکم لگانا ایک جرم عظیم سے کسی درجہ کم نہیں ہے۔ حافظ خود اپنے ہاں اس شراب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے ؎

مستی عشق نیست در سر تو
رو کہ تو مست آب انگوری

حافظ جیسی عظیم شخصیت کی شناخت عیاں تر ہونے کی متقاضی ہے۔ ایسی بلند تر شخصیت جو شخصیت ساز بھی ہے کلاسیکیات کے ہر دور میں محبوب ہی رہا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے اپنی قابل قدر تصنیف شعر العجم میں شراب حافظ کی مستی کو شدت کے ساتھ ضرور محسوس کیا ہے لیکن درج ذیل عبارت سے ایک ایسا سوال جنم لیتا ہے جو اپنی جگہ جواب طلب ہے۔ علامہ موصوف یوں رقمطراز ہیں:

"شما در این جا این بحث را در میان آورید کہ شراب خواجہ حافظ شراب معرفت بودہ است یا شراب انگور۔ مستی ہر دو را انجام وجود دارد و غرض ما ہم در انجام مستی است و بس"۔ ؎۱

خواجہ حافظ کی شاعری پر تاویلات کا جو انبار پڑا ہوا ہے اور اس سے جو قصیدے اور دشواریاں حافظ دوستوں کے راستے میں کھڑی ہوئی ہیں اس پر لطیف انداز میں بڑے ہی وضاحت کرائی سرور تو ہوتے ہیں ان کی عبارت جس کا فارسی میں ترجمہ پروفیسر محمد اسلم خان نے کیا ہے اس طرح ہے:

"......ہر کسی علت و رنگ و ذی راز کی پذیرد۔ اما اس دلیل کی علت و

بندگی بنظر ہر کسی جدا است و ہمین اختلاف
نظر است کہ در زمینہ حافظ شناسی سبب ایجاد مسائلی می گردد۔ بعضی ہادی راسوفی و دیگران رندی آشام می گویند"۔ ۲۳

آگے بڑھ کر لکھتے ہیں:

"شعر حافظ باوجود این کہ سادہ و آسان بہ نظر می رسد ولی برائے نقد کنندگان گرہی لاینحل است ......" ۲۴

فارسی زبان و ادب کے ایک مایہ ناز محقق اور مشہور و معروف دانشمند پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد صاحب خواجہ حافظ کے گلستان شعر کی رنگینیوں میں تنوع پاکر اس طرح رقمطراز ہیں:

"......درک معانی در ابیات حافظ کاری بس صعب است، در مورد شخصیت متعدد دی، میتوان گفت کہ فکر ہر کس بقدر ہمت او ست۔ ادراک نمودن شخصیت عظیم ہر ہنرمند و شاعر بزرگ، مثل خواجہ حافظ آنچہ کہ بودہ است، بسی دشوار است ......" ۲۵

جن برگزیدہ اور جید عالم شخصیتوں کے حوالے سے میں نے اپنی تشنگی کو سوال کے پیرائے میں پیش کرنے کی جسارت کرنا چاہی ان کے علاوہ بھی خواجہ حافظ شیرازی پر تحقیق کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد نے اس سوال کو تشنۂ جواب ہی رکھا ہے کہ حافظ کی شاعری کی اصل روح کیا ہے؟ آیا وہ عشق حقیقی کا پیامبر ہے یا عشق مجازی کا سودائی؟

حافظ پر کام کرنے والے محققوں میں سے بعض نے حافظ کی ایک ایسی تصویر کھینچی ہے جس میں اسکی شاعرانہ بلند قامتی کو ضرور نمایاں کیا گیا ہے لیکن یہ تصویر حافظ کی عارفانہ وجاہت، رندانہ سرمستی اور شکوہ قلندرانہ کی کشش اور آب و تاب سے یکسر محروم نظر آتی ہے اس سے پہلے کہ ایسے محققوں کو اپنے شواہد کی روشنی میں منظر عام پر لایا جائے۔ میں

یہاں "عارف" اور "عرفان" پر اختصار اور اجمال کے ساتھ وضاحتی روشنی ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ شعر حافظ میں تشخیص مشق کرنے میں آسانی پیدا ہو سکے۔

فرہنگ فارسی عمید کا مولف حسن عمید عارف کی یوں تشریح کرتا ہے:

" شناسندہ، دانا، صبور، شکیبا، حکیم ربانی، خداشناس۔.......

در اصطلاح اہل عرفان عارف کسی است کہ خدا او را بہ مرتبت شہود ذات و اسماء صفات خود رسانیدہ باشد وگفتہ اند عارف کسی است کہ عبادتِ حق را از آن جہت میکند کہ او را مستحق عبادت مید اند نہ از جہت امید ثواب یا خوف از عقاب۔" ۵ ع

GERTRUDE BELL کی تالیف کے پیش لفظ میں مشہور و معروف محقق اور تصوف فہمی پر کام کرنے والے ایک بلند قامت دانشور ادریس شاہ یوں لکھتے ہیں:

" SUFISM IS EXPERIENCE, THE PERSONAL EXPERIENCE OF EXTRA DIMENSIONAL REALITY, THE KNOWLEDGE OF TRUTH BEYOND THE RELATIVE TRUTHS WHICH SURROUND US...." ۶ع

محمد عبدالحق انصاری نے اپنی کتاب " SUFISM in SHARIAH " میں تصوف و عرفان کی حقیقت اور حقانیت کی وضاحت اسطرح کی ہے:

" ONE THING WHICH EMERGES FROM THESE DIDACTIC STATEMENTS IS THAT SUFISM IS PRIMARILY CONCERNED WITH THE INTERNAL STATE OF THE SOUL, RATHER THAN EXTERNAL BEHAVIOR. IT IS CONCERNED WITH VIRTUES

Scanned with CamScanner

LIKE PATIENCE' TRUST' SINCERITY; FEELINGS LIKE FEAR' AWE AND LOVE; APPTITUDES LIKE HUMANITY, QUIETISM AND WITHDRAWL; AND PRACTICES LIKE HUNGER, VIGIL, REMEMBERANCE AND CONTEMPLATION, WHICH PROMOTE THE DESIRED STATE OF THE SOUL..[۲۶]

متذکرہ بالا تشریحات اور توضیحات کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ ایک عارف بشری ضرورتوں کا محتاج تو ہوتا ہے لیکن لذت خواہی' عیش کوشی اور ہوس پرستی کی آلودگیوں سے وہ پاک ہوتا ہے انہی مادی آلائشوں پر قادر ہونے کے سبب ہی اس کے دل میں وہ نور پھوٹتا ہے جسکی روشنی سے وہ مادی اغراض کی محدود حد بندیوں سے بالاتر اٹھ کر رضا طلبی کے مقام ارفع پر فائز ہوتا ہے۔'عرفان' و رندیت' کا عظیم مرتبہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب عشق الٰہی کا پرتو نور عالم سحر بہ دامان کرتا ہے یہاں اختصار کے ساتھ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا موزوں ہوگا کہ عارف تو عارف کامل ہوتا ہے یا تو وہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ عرفان اور غیر عرفان کی آمیزش سے تصویر عارف کے رنگ نہیں بھرے جا سکتے ہیں۔ حافظ کا درج زیر شعر اوپر کی تمام وضاحتوں کا نچوڑ پیش کرتا ہے :

فاش می گویم و از گفتۂ خود دلشادم
بندہ عشقم' و از ہر دو جہاں آزادم

سلسلہ بحث کو جوڑتے ہوئے اب ان تحریری شواہد کو رشتہ تحریر میں لانا مناسب نظر آتا ہے جن کی بناء پر کوئی بھی حافظ کا پڑھنے والا حافظ کو غیر عارف' ہوس پرست' بادہ نوش' جسم طلب' شوخ نظر غرض کہ عشق مجاز کا دیوانہ کہہ سکتا ہے محمد علی اسلامی ندوشن نے خواجہ شیراز کی تصویر جن الفاظ میں کھینچی ہے وہ حافظ کو مادی لذتوں کا سودائی بھی

Scanned with CamScanner

ظاہر کرتا ہے اور معنوی گلستان کا شیدائی بھی۔ یہاں حافظ گریہ نیم شبی اور ذکر و تسبیح میں بیدار بھی دکھائی دیتا ہے اور جنون شہوت سے بیخواب اور آتش زیر پا بھی نظر آتا ہے۔ اسلامی ندوشن کی کھینچی ہوئی تصویر میں ہی حافظ کو دیکھنا مناسب ہے:

"......ازین رو حافظ، در رہ پیچ و خم و باریکی کہ بہ جانب روزنہ روشنای در پیش دارد، از بکار گرفتن ہیچ اندیشہ و عاملی غافل نمی ماند: مادی و معنوی، خاکی و آسمانی، گناہ و ثواب، گذرندہ و پائیدار، از گریہ نیم شبی و ذکر تا سوداہای شہوانی تند۔" ۸؎

محمد علی اسلامی ندوشن کے آئینۂ فکر میں جو حافظ جلوہ نما ہے اس کے چہرے پر دبیز پردہ رکھنا بھی حافظ فہمی میں حائل ہو سکتا ہے ندوشن کا حافظ عارف حقیقی تو دور وہ تو شرعی نکتہ نگاہ سے خطاکار ہے محمد علی اسلامی ندوشن کے حافظ کی تعریف یوں کی ہے:

"..... بگیریم دختر ہمسایہ یا پادشاہ زادہ خانمی کہ در کاخ زندگی میکردہ و از پشت پردہ با حافظ ہمسخن می شدہ، و یا بانوی کہ در یکی از غرفہ ہای مجلس وعظ بشنیدن نشستہ و چوں بہ خرامش می آمدہ، پیکر بلند باریکی را در زیر چادر بہ تموج می آوردہ ....." ۹؎

عرفان و تصوف کے حقیقی مفہوم سے ناآشنای کے سبب بعض محققین، بالخصوص مستشرق حافظ دوست، عشق حقیقی اور عشق مجازی کے مابین حد امتیاز کو مٹا کر حافظ شناسی اور حافظ فہمی میں بڑی خطا کے مرتکب ہو چکے ہیں اور ہوتے جا رہے ہیں۔ جدید ایران کا ایک بلند پایہ محقق اور حافظ شناس ڈاکٹر اسد اللہ خاوری مشہور مستشرق پروفیسر ریپکا جو نہ صرف مغرب بلکہ مشرق کے علمی حلقوں میں بھی حافظ فہم کی حیثیت سے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، کی حافظ فہمی کا عصارۂ بے لطف پروفیسر موصوف

Scanned with CamScanner

ہی کی درج ذیل عبارت میں پیش کرتے ہیں:

"حافظ مستِ شراب خلار شیراز، در کوچہ ھای کہ بوی عطر نارنج موج می زد، دختر سیہ چشم را بدرقہ میکرد و اشعار خویش را الھام می گرفت ......" ص۱

مندرجہ بالا منتخبہ عبارات کے علاوہ متعدد تحقیق کاروں نے حافظ کی شاعری کو یا تو حقیقت د مجاز کا مرکب قرار دیکر حافظ کے متلاشیوں کو دوڑا ہے پر کھڑا کیا ہے یا تو اس شہرہ آفاق شاعر کو شراب انگور کا متوالا اور گرمیٔ جسم کا پیاسا بتایا ہے۔ حافظ کو مے انگور کا طلبگار اور زلف محبوب زمینی کا گرفتار کتنے لوگ سمجھتے ہیں یا اسے عارف کامل اور عاشق حقیقی کتنے لوگ کہتے ہیں یہ معلوم کرنا مقصود نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ حافظ کی شاعری کا سمندر نہایت ہی وسیع اور عمیق ہے اس سمندر میں غواصی کرنا کارے دار والا معاملہ ہے جو بے جگر غوطہ زن اس بحر بیکران میں کود پڑتے ہیں وہ اپنی اپنی مہارت اور بصارت کے مطابق ہی اس بے ساحل سمندر سے مستفید اور متفیض ہو کر ابھرتے ہیں۔

حافظ شیرازی کے ہاں ایک میخانہ ہے اس سے کسی کا انکار نہیں۔ لیکن یہ راز فاش ہی نہیں بلکہ عام کرنا از حد ضروری ہے کہ آیا یہ شراب خواب آور کا میخانہ ہے یا مے نظر بخش کا میکدہ؟ اس میں حواس باختگی کی تاثیر موجود ہے یا نظر کشائی کا اثر؟ یہ شراب جسم طلبی اور ہوسناکی پر برانگیختہ کرتی ہے یا خالقِ حسن و جمال کے عرفان نشاط اور میں محو کرتی ہے؟ بہر کیف اس حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے ایک ایسی کسوٹی کی ضرورت ہے جو غازۂ ظن و تخمین کو جدا کر کے دکھانے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

چنانچہ حافظ قرآن ہونے کی بنیاد پر ہی حافظ نے 'حافظ' اپنا تخلص رکھا ہے لیکن حقیقت اتنی ہی نہیں ہے بلکہ حافظ قرآن کے اسرار و رموز کی نزاکتوں اور گہرائیوں سے خوب واقفیت رکھنے کے علاوہ عربی زبان کے دستور و قواعد، وسعتوں، پیچیدگیوں اور تہہ داریوں

Scanned with CamScanner

سے بھی مہارت کاملہ رکھتا ہے بڑے بڑے حافظ شناس اور جید عالم مفکر اسکی تصدیق کر چکے ہیں مولانا شبلی نعمانی حافظ کی عربی دانی اور قرآن فہمی پر یوں رقمطراز ہیں:

"در اکثر غزلہا مصرعہائی عربی را کہ بطور برجستہ ای آوردہ میتوان زمینہ خوبی از عربیت وی بدست آورد...... او جملہ ھای عربی را جابجا بقدری قشنگ پیوند میکند کہ گوئی نگین را در حلقہ انگشتری نشاندہ اند...... با قرآن مجید و تفسیر آن علاقہ مخصوص داشتہ و در دیوان مسطور است کہ او حاشیہ ای ھم بر تفسیر کشاف نوشتہ" ۱۱

ای جی براؤن جنکی علمی اور ادبی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں حافظ کی عربی دانی اور فکری رفعت کی طرف ایک لطیف انداز میں اشارہ کرتا ہے،

"AS REGARDS THE HAFIZ'S INTELLECTUAL ATTAINMENTS, HIS BILINGUAL POEMS ALONE SHOW THAT HE HAD A GOOD KNOWLEDGE OF ARABIC ......" ۱۲

حافظ کے درج ذیل اشعار مشتے از خروارے کے مصداق اس شاعر جادو بیان کی عربی دانی اور قرآن فہمی کے تعلق سے ناقابل تردید اور مسلمہ اسناد کا حکم رکھتے ہیں:

فَحُبُّکَ راحَتی فی کُلِّ حینٍ
وَذِکْرُکَ مونِسی فی کُلِّ حالِ

اَلصَّبرُ مُرٌّ وَ اَلعُمْرُ فانٍ
یا لَیْتَ شِعْرِی حَتّیٰ مَتیٰ اَلقاہ

زحافظان جہان کس چو بندہ جمع نکرد
لطائفِ حکما با کتاب قرآنی

صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ
آنچہ کردم ہمہ از دولت قرآن کردم

نہ دیدم خوشتر از شعر تو حافظ
بہ قرآنی کہ اندر سینہ داری

عربی زبان پر ماہرانہ دست رس اور روحِ قرآن سے حافظ کی مانوسیت کو دلائل وشواہد کے ساتھ ثابت کرنے کے پس پردہ جو مدعا ومقصد کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ حافظ قرآن مجید کے احکام کے صوری اور معنوی تقاضوں سے آشنا ہو کر سرتابی کرنے کے انجام سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ علامہ زمخشری کی بے نظیر تفسیر "کشاف" پر حاشیہ لکھنے والا حافظ کس رُو سے اپنے اس اقرار و اعتراف "ہرچہ استاد ازل گفت ہماں گویم" سے مُنہ پھیرنے کی جرأت کر کے درج زیر آیت اور اس جیسی متعدد آیات کریمہ کے جملہ تقاضوں اور وسیع مفاہیم کو نظر انداز کر سکتا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ" ۲۰۸ آیت نمبر ع ۱۳

ترجمہ: اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

"فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" پر جو کچھ مفسرین عظام نے لکھا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ ایک مومن کے علم و عمل اور فکر و نظر پر اسلام کی حکمرانی کے علاوہ کسی دوسرے نظریے کی حکمرانی کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔ مومن کا فکر و فن اسی نور مبین کی روشنی میں ہی دیکھا جانا چاہیئے۔ حافظ جیسے قرآنی اسرار و رموز کے نکتہ دان کی زندگی کا فکری اور فنی پہلو کس طرح قرآن کے قائم کردہ سانچے میں ڈھلے بغیر رہ سکتا جبکہ حافظ کی زندگی کے ظاہر پر نورِ فرقان کا پرتو صاف دکھائی دیتا ہے جسکی سب سے بین شہادت یہ ہے کہ جس کسی نے بھی حافظ کی حیات کے بارے میں لکھا ہے اس نے کوئی غیر اسلامی عمل حافظ کے ساتھ منسوب نہیں کیا ہے۔ اسکی شاعری کی تاویلات بعض لوگوں نے ضرور کی ہیں اس پر مناسب جگہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔

یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کو اپنے لئے سرچشمہ اور دولت لازوال قرار دینے والے حافظ کی نظروں سے فنِ شعر و ادب کیلئے بے مثال اور لاثانی کسوٹی یعنی سورۃ الشعراء کی درج زیر آیات مبینات اوجھل رہتیں:

"وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ
فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَ.... ع۱۱

ترجمہ:۔ اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ مگر وہ لوگ جو یقین لائے اور کام کئے اچھے اور یاد کی اللہ کی بہت اور......

مولانا اشرف علی تھانویؒ مومن اور باعمل شعراء کی شاعری پر اپنی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں:

Scanned with CamScanner

شرع کے خلاف نہ ان کا قول ہے نہ فعل یعنی ان کے کلام میں بیہودہ مضامین نہیں ہیں" عـ۱۵

مولانا مودودیؒ تفہیم القرآن کی تلخیص میں متذکرہ بالا آیات کریمہ پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"......شاعروں کے ساتھ لگے رہنے والے لوگ اپنے اخلاق، عادات، خصائل اور افتاد مزاج میں ان لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہیں نظر آتے ہیں..........بلکہ ان کا توسن فکر ایک بے لگام گھوڑے کی طرح ہر وادی میں بھٹکتا پھرتا ہے اور جذبات یا خواہشات و اغراض کی ہر نئی رو ان کی زبان سے ایک نیا مضمون ادا کرتی ہے جسے سوچنے اور بیان کرنے میں اس بات کا کوئی لحاظ سرے سے ہوتا ہی نہیں کہ یہ بات حق اور صدق بھی ہے......یہاں شعراء کی اس عام مذمت سے، جو اوپر بیان ہوئی، ان شعراء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو چار خصوصیات کے حامل ہوں: اول یہ کہ وہ مومن ہوں۔ دوسرے یہ کہ اپنی عملی زندگی میں صالح ہوں تیسرے یہ کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہوں اپنے عام حالات اور واقعات میں بھی ......" عـ۱۶

صالح شاعروں اور بامقصد شاعری پر سعودی حکومت کی طرف سے شائع اور جاری کروائی گئی انگریزی تفسیر میں سورۃ الشعراء کی ہی آخری آیت، جس کا نصف الاول اوپر کی منتخبہ آیات میں شامل ہے، اسطرح روشنی ڈالی گئی ہے:

"POETRY AND THE FINE ARTS WHICH ARE TO BE COMMENDED ARE THOSE WHICH EMANATE FROM MINDS STEEPED IN FAITH, WHICH TRY TO CARRY OUT IN THE FINE

Scanned with CamScanner

SENTIMENTS THEY EXPRESS IN THIER ARTISTIC WORK, AIM AT THE GLORY OF ALLAH RATHER THAN AT SELF-GLORIFICATION OR THE FULSOME PRAISE OF MEN WITH FEET OF CLAY .... IN THIS A PERFECT ARTIST SHOULD BE A PERFECT MAN. PERFECTION MAY NOT BE ATTAINABLE IN THIS LIFE, BUT IT SHOULD BE THE AIM OF EVERY MAN, AND ESPECIALLY OF ONE WHO WISHES TO BECOME A SUPREME ARTIST, NOT ONLY IN TECHNIQUE BUT IN SIPIRIT OF ESSENTIALS ...." [۱۷۴]

سورۃ الشعرآء کی منتخبہ آیات کریمہ کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب شعراء کے ساتھ لگے رہنے لوگ اور پیروکار اس قدر گمراہ اور بے راہ ہیں تو ایسے شعرا کی بےراہی اور گمراہی کا کیا عالم ہوگا۔ حافظ جنکی قرآن فہمی اور عربی زبان سے واقفیت مسلمہ امر ہے کا درج بالا آیات کریمہ کے وسیع تریں معنیٰ اور مفاہیم سے بے خبر اور غافل ہونا ناقابل یقین بات ہے آئینہ الٰہی میں یہ حقیقت پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ نما ہے کہ بےراہی گمراہی کے مترادف ہے حافظ شیرازی جام و جسم، موے و میان، تلخی شراب اور لذت جسمانی کا پرستا اور خوگر کیسے ہو سکتا جبکہ اس کے کانوں میں شب روز یہ صدائے برحق گونجتی رہتی :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ○ آیت نمبر ۲-۳ سورۃ الصف ع ۱۸

ترجمہ: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو مُنہ سے جو نہیں کرتے۔ بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔

حافظ کے خزانہ شعر میں سے بھی اگر چند ایک جواہر آبدار و تابناک بھی شواہد کے طور پر یہاں زینت قرطاس کر دیئے جائیں تو شعر حافظ میں عرفان کی رنگت اور معرفت کی مٹھاس سے محفوظ اور لطف اندوز ہونے کے علاوہ خود اس شاعر خدا شناس کی زبان سے بھی اس حقیقت کی تصدیق ہوگی کہ اسکی شاعری میکدۂ معرفت کے علاوہ کچھ نہیں ہے حافظ اپنی زبان سے اس راز کی پردہ کشائی یوں فرماتے ہیں:

شعر حافظ ہمہ بیت الغزل معرفت است
آفرین بر نقش دلکش و لطیف سخنش

فردا کہ پیش گاہ حقیقت شود پدید
شرمندہ رہروی کہ نظر بر مجاز کرد

در راہ عشق مرحلہ قرب و بُعد نیست
می بینمت عیان و دعا می فرستمت

من آن نیم کہ دھم نقد دل بہر شوخی
در خزانہ بہ مہر تو و نشانۂ تُست

Scanned with CamScanner

حافظ کی شاعری میں ظاہر پردازی، تصنع کاری، ریاء، نام و نمود کے طلبگار اور چاپلوسی کے خوگر درویش، واعظ بے عمل و خود فراموش، اور زاہد ریاکار و دین فروش ہدف ملامت نظر آتے ہیں۔ حافظ یک رنگی و خلوص کا قائل ہے وہ دوئی اور تضاد سے مجتنب و بیزار ہے۔ حافظ نے قول و فعل اور علم و عمل میں تضاد رکھنے والوں پر جہاں تنقید اور طنز کے تیر زہر آگین برسائے ہیں وہاں ان بد نصیبوں کے کردار و رفتار پر نوحہ گری اور ماتم بھی کرتا ہے۔ حافظ کے شعری نشتروں سے ظاہر پرداز دین فروشوں، عاقبت فراموشوں تسبیح کو دام تذویر بنانے والوں اور فریب کار واعظوں اور مبلغوں کے قلب و جگر خونچکاں اور چاک چاک ہیں درج ذیل اشعار جہاں متذکرہ صدر حقائق کی تصدیق کرتے ہیں وہاں ان اشعار سے یہ بات بھی واضح صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ حافظ کی شاعری میں عاقبت اندیشی اور اخلاق آفرینی کا درس موجود ہے جو راہ عرفان کا ایک بنیادی اور اہم پڑاؤ ہے۔ اخلاق و عمل کا یہ شعلہ بیان شاعر اس طرح رطب اللسان ہے:

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند
چوں بہ خلوت می روند آن کار دیگر می کنند
مشکلی دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایان چرا خود توبہ کم تر می کنند
گوئیا باور نمی دارند روز داوری
کین ہمہ قلب و دغا در کار داور می کنند

گرچہ بر واعظ شہر این سخن آسان نشود
تا ریا ورزد و سالوس مسلمان نشود

Scanned with CamScanner

بادہ با محتسب شہر ننوشی زنہار
کہ خورد باتو می و سنگ بہ جام اندازد

در رہ ما شکستہ دلی می خرند و بس
بازار خود فروشی از آن راہ دیگر است

اس شہرہ عالم شاعر کے بحر شعر میں اس طرح کے بے شمار گوہر ہیں جن کی چکا چوند روشنی میں خلوص و ریاء دین داری و دین فروشی، ایمان و نفاق غرض اصل و نقل اپنی صحیح ہیئت اور پہچان کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ عرفان حافظ کو عرفان حقیقی تسلیم کرنے کیلئے یہ ایک ناقابل تردید دلیل ہے کہ دوسروں پر تنقید و تنقیص کرتے ہوئے وہ اپنے آپ کو صرف نظر نہیں کرتا کیونکہ اسکے جسم و جان کی آنکھیں جس آئینہ بے داغ و ہمہ تاب پر رات دن مرتکز رہتی تھیں اور اسکے کان جس صدائے صدیقین سے ہر وقت صدا آباد رہتے تھے وہ قرآن مجید تھا جس میں جگہ جگہ دوسروں کی اصلاح کرنے سے پہلے اپنی ذات کی درستی کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے سورۃ بقرہ کی یہ آیت شریفہ اپنے قاری اور حافظ کو جھنجھوڑتے ہوئے دوسروں کی طرف انگلی اٹھانے سے پہلے اپنا محاسبہ کرنے کی اس طرح تلقین کرتی ہے:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ
وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ آیت ۴۴ ع ۱۹

ترجمہ: کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو اور تم پڑھتے ہو کتاب۔ پھر کیوں نہیں سوچتے ہو؟

Scanned with CamScanner

حافظ کی شاعری میں جو نغمگی عشق بحضور سرور دو عالم ﷺ ہمیں سننے کو ملتی ہے وہ بھی اس حقیقت کی پردہ کشائی کرتی ہے کہ حافظ اپنا دل عشق مجاز میں نہیں بلکہ عشق حقیقی میں کھو بیٹھا تھا۔ خود یہ جادو بیان شاعر اس حقیقت کا برملا اظہار کرتا ہے: ؎

منم کہ گوشۂ خانقاہ منست

دعای پیر مغاں ورد صبحگاہ منست

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصال شماست

جز ایں خیال ندارم خدا گواہ منست

کتاب مبین کے سداحق اور اٹل حقائق اور شعر حافظ کے داخلی شواہد کے بعد یہ کہنے میں کسی شک و ریب کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے کہ حافظ شہوت طلب، ہوس پرست محبوب زمینی کا دیوانہ اور شراب انگوری کا دلداہ نہیں بلکہ وہ ذات باری کے حسن و جمال کا شیدای، حقائق ازلی کا متلاشی، تفہیم وجود و موجود کا پشر دہندہ اور عشق الٰہی کے بحر عرفان میں مستغرق ہے۔ ان بے بدل ثبوت و شواہد کے بعد بھی اس عارف کامل کو عشق مجاز کا کوچہ گرد اور شوریدہ سر سمجھنا اپنی کوتاہ نظری بلکہ بے بصری کا برملا اظہار کرنا ہے۔

یہ بات وضاحت طلب ضرور ہے کہ جن حضرات کے سامنے حافظ شراب نشہ آور کا پیاسا اور محبوب مجازی کا پرستار ہے ان کے پاس کون سے دلائل اور شواہد موجود ہیں جن کی بنا پر وہ ایسا کہتے ہیں؟ حالانکہ کوئی تاریخی شواہد ہمارے سامنے ان کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کرتا ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ حافظ کے بعض اشعار کی تہہ تک رسائی نہ رکھنے کی بدولت تاویلات کا سہارا لیکر حافظ کی شناخت اور شبیہہ کو مسخ کر کے اپنے قیاسات کو حقیقت کا نام دیتے ہیں۔ وہ حضرات حافظ سے بڑھ کر عشق حافظ کی تفہیم نہیں رکھ سکتے بار بار حافظ اپنی شاعری میں اپنی شناخت اور اپنے سرچشمہ فکر و نظر کی طرف لطیف و حسین انداز میں اہل ذوق حضرات کو متوجہ کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

حافظ کی شاعری میں جس درجہ فکر کی بلندی اور عظمت موجود ہے اسی درجہ کا شعری باس بھی حافظ نے اسے بہم پہنچایا ہے حافظ کے فکری بلند قامت پیکر پر اگر محیر العقول اور نظروں کو خیرہ کر دینے والا جامۂ سخن زیب تن نہ ہوتا تو اس قدر کی جاذبیت اور دلکشی موجود نہیں ہوتی۔ حافظ نے اپنے بلند افکار، پاکیزہ خیالات اور لطیف احساسات کو اظہار کرنے کیلئے جو زبان بخشی ہے اور جن اصطلاحات، تشبیہات اور استعارات اور کنایات کو اپنے اشعار کی مرصع کاری میں استعمال کیا ہے وہ قاری سے فکر و نظر کی تاب و توانائی اور عمق و گہرائی کا تقاضا کرتے ہیں ان کے اندر جھانکنے کی ضرورت ہے جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ حافظ کے بحر سخن کی تہہ داری کا اندازہ قلبی بصارت کے بغیر ناممکن ہے عقل کے اسپ تیز رفتار پر سوار ہو کر حافظ کی دنیا کا ہر گوشہ سر کرنا ممکن نہیں ہے۔ جب ایک باذوق قاری حافظ کے درج زیر جیسے اشعار میں جذب ہو جاتا ہے تو اسے "رازِ حافظ" پر پڑے ہوئے تمام پردوں کا تار و پود ہوا میں بکھرتا ہوا نظر آتا ہے:

دلا ز نور ہدایت گر آگہی یابی
چو شمع خندہ زنان ترک سر توانی کرد
گر ایں نصیحت شاہانہ بشنوی حافظ
بہ شاہراہ حقیقت گزر توانی کرد

از پای تا سرت ہمہ نور خدا شود
در راہ ذوالجلال چو بی پا و سر شوی

کدورت از دل حافظ ببرد صحبت دوست
صفای ہمت پاکان و پاک دینان بین

اصل میں یہ عشق کا اعجاز ہی ہے کہ عقل عشق فہمی کی ہمہ جہت دنیا میں بسا اوقات ناچاہتے ہوئے بھی اپنی کمزوریوں اور معذوریوں کو چھپا نہیں پاتی ہے جب عقل عشق فہمی کے ایسے بحر متلاطم میں اتر کر جگرداری دکھانے کی کوشش کرتی تو اکثر اوقات وہ ہمالیا ہی موجوں کو ہی کنارہ سمجھ کر اپنی شناوری کی داد طلب کرتی ہے بلند پایۂ محقق رشید حسن خان کی درج زیر عبارت سے یہ بات آسانی کے ساتھ ذہن نشین ہوجاتی ہے کہ شعر فہمی کافی مشکل ہے اور ظن وخیال کی کلید شکستہ سے ہی وہ دروازے کھولے نہیں جاسکتے ہیں جن سے تفہیم شعر ممکن بن جاتی ہے موصوف کی عبارت یوں ہے:

"...... بنا بر این خوانندہ از شعر مفہومی اخذ می کند کہ ہمان خوانندہ در وقتی دیگر بنا بر مناسبت ہایی بہ خیال واقعہ ای دیگر، مراد دیگری را از ہمان شعر می تواند بگیرد۔ و این ہم ممکن است کہ افرادی مختلف الخیال در یک وقت از ہمان شعر مفاہیم گوناگون را اخذ نمایند و ہمہ اینہای توانند بہ جای خود مصداق داشتہ باشند۔" ۲۰

موصوف کے خیال کو عملاً ثابت کرنے کیلئے ایک فاضل محقق ڈاکٹر نسرین اختر ارشاد کے مقالہ' نشاط عشق در کلام حافظ" کا مطالعہ کرنا سود بخش ہوگا موصوفہ اپنے مقالہ میں ایک جگہ لکھتی ہے:

"...... معلوم میگردد کہ در پیری حافظ خاطرات نشاط عشق وجوانی را تازہ می سازد۔ حافظ شخصی بود دیندار پاکباز وعبادت گذار۔ مگر حسن پرستی یک کمی شخصیت حافظ را منقسم ساختہ......" ۲۱

اسی مقالہ کے اختتام پر ڈاکٹر نسرین اختر ارشاد اپنے خیالات کو الفاظ کے لباس دلفریب میں اس طرح پیش کرتی ہے:

' حافظ معتقد است کہ عشق محرک ارتقای وجود کائنات می

باشد وجذبہ محبت سرمایہ بسیار قیمتی است و انسان امین آن است۔
وہمین جذبہ عشق و محبت انسان را بر مخلوقات دیگر جہاں فوقیت عطا
کردہ است و در حیات کائنات کیف وسرور و نورِ شعور پیدا می کند
و ذرہ را ہمت عالی می بخشد کہ با سعی وکوشش و تب وتاب جاودانہ
بہ بارگاہ معشوق ازلی برسد۔" ۲۲

آگے بڑھ کر جناب رشید حسن خانصاب نے بھرپور وضاحت اور صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ حافظ کی شاعری کو مختلف العقیدہ اور مختلف الخیال حضرات اپنی اپنی فکری سطح، ذہنی وسعت اور افتاد طبع کے مطابق ہی تفسیر وتشریح کرتے ہیں۔ رشید حسن خان یوں بیان کرتے ہیں:

"..... غزل حافظ متصف بہ معنای است کہ بیتی از آن
می تواند پیش آمد ہای متعددی را ترجمان باشد و افرادی مختلف
العقیدہ و مختلف الخیال می توانند در آئینہ ہای ذہن خود این چنین
اشعاری را در خیالات و آرزو ہایشان منعکس دیدہ و پاسخ سوال ہای
خود را ببینند..... " ۲۳

موضوع کی وسعت، خیالات کا پھاڈ، طبعیت کی تشنگی اور مقالہ کی حد بندیاں اپنی اپنی جگہ پر توجہ طلب ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی تعمیل وتکمیل فی نفسہا ناگزیر بھی ہے لیکن با این ہمہ طوالت پسندی سے دامن بچاتے ہوئے اجمال اور اختصار کے ساتھ اوپر کی تمام بحث کا خلاصہ رقم کرنے کی جسارت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ موضوع کی اہمیت و افادیت اور صراحت و وضاحت تکراریت کی متقاضی ہے عصارہ بحث یہ ہے کہ حافظ ایک عارف کامل ہے قرآن وعرفان خداوندی حافظ کی شاعری کا منبع ہے۔ حافظ کی شاعری میں وہ گہرائی اور عمق ہے کہ عشق حقیقی کی حیثیت سے کلی طور پر بے بہرہ اور عقل محض کے

Scanned with CamScanner

مطیع و فرمانبردار کو اس بحرِ بیکراں میں شناوری کے شوقِ خام میں خودکشی کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ حافظ یا کسی ایسے دوسرے شاعرِ عرفان پر خامہ فرسائی کرنے سے پہلے ان تمام آداب و لوازمات کا بہر کیف خیال رکھا جانا ضروری ہے جن کے بغیر "کوہ کندن و کاہ برآوردن" والا بے سود اور لاحاصل عمل کرکے سبکی اور خفت اٹھانا پڑے۔ حافظ اور ایسی دوسری بلند قامت اور عظیم علمی و عرفانی شخصیتوں کے نادر شاہکاروں میں جو جوہرِ حیات مضمر ہے اس کو اپنی اصلیت اور پوری آب و تاب کے ساتھ نمایاں کرنا ایک ایسا عظیم فریضہ ہے جس سے عصرِ حاضر کی تمام تر مادی کششوں اور جلوہ افروزیوں کے باوصف بھی نہ جانے کتنے مردہ ضمیروں میں حیاتِ نو اور کتنے تاریک باطنوں میں اجالا پیدا ہوسکتا ہے یہ تریاقِ فاروق آج بھی لاتعداد مسموم روزگار بدنصیبوں کیلئے حیات آفرین ہے۔ دورِ حاضر کا اہم تقاضا ہے کہ پیامِ حافظ، جس کا لبِ لباب عرفانِ الٰہی ہے کو اپنی اصل شناخت کے ساتھ عام کردیا جائے تاکہ ان آنکھوں کو منزل نما روشنی نصیب ہوسکے جو اس مادیت کے دور میں بنی نوعِ انسان کو حالات کے گرد و باد سے نکالنے کے لئے صرف عقلِ محض پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ حافظ خود ایک فرض شناس انسان کی زبان میں اس فرض کی تفہیم کی دعوت دیتا ہے جسکی ادائیگی کے آداب و انداز سیکھنے کی خاطر ان کو ایک گراں قدر امانت (عشق) ودیعت کی گئی ہے جس کو اٹھانے سے کوہ و بیابان تو کیا آسمان نے بھی عاجزی کے ساتھ معذوری کا اظہار کیا۔ اسی امانت کے ساتھ امانتداری برتنے کا پیغام آج بھی تشہیر طلب ہے حافظ کے ہی اس شعر سے، جو آبِ زر سے رقم کرنے کے لائق ہے اس مضمون کی تکمیل چاہتا ہوں:

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

Scanned with CamScanner

۱۔ شعر العجم (حصہ دوم) مصنف مولانا شبلی نعمانی صفحہ نمبر ۱۹۸

۲۔ قند پارسی (دسمبر ۱۹۹۶ تا مارچ ۱۹۹۷ء) 〃 ۱۰۳

۳۔ قند پارسی (〃 〃 〃 〃 〃) 〃 ۱۰۳

۴۔ مقالاتی درباره زندگی و شعر حافظ (بہ کوشش ڈاکٹر منصور رستگار) 〃 ۳۸-۳۹

۵۔ فرہنگ فارسی عمید مولف حسن عمید 〃 ۱۶۹۲

۶۔ TEACHINGS OF HAFIZ مولف GESTRUDE BELL 〃 ۱۰

۷۔ SUFISM AND SHARIAH مصنف محمد عبد الحق انصاری 〃 ۳۱

۸۔ مجلہ ایران شناسی مدیر جلال متینی 〃 ۴۶

۹۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ۴۷

۱۰۔ مقالاتی درباره زندگی و شعر حافظ (بہ کوشش ڈاکٹر منصور رستگار) 〃 ۱۵۵

۱۱۔ شعر العجم حصہ دوم از مولانا شبلی نعمانی 〃 ۱۶۸-۱۶۹

۱۲۔ LITTERARY HISTORY OF PERSIA از E.G. BROWN حصہ دوم 〃 ۲۸۹

۱۳۔ القرآن سورۃ البقر آیت نمبر ۲۰۸

۱۴۔ القرآن سورۃ الشعرآءَ آیت نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۷

۱۵۔ حاشیہ آیت نمبر ۲۲۷ سورۃ الشعرآءَ از مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۶۔ تلخیص تفہیم القرآن از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

۱۷۔ ENGLISH COMMENTRY ON QURAN

۱۸۔ القرآن سورۃ الصف آیت نمبر ۲-۳

۱۹۔ القرآن سورۃ البقرہ آیت نمبر ۴۴

۲۰۔ قند پارسی دسمبر ۱۹۹۶ء تا مارچ ۱۹۹۷ء صفحہ نمبر ۲۳۳-۲۳۴

Scanned with CamScanner

۲۱۔ دانش	شمارہ ۲۳	سال ۱۹۹۰ء	صفحہ نمبر	۶۸
۲۲۔ دانش	″	″ ″	″	۸۷
۲۳۔ قند پارسی	دسمبر ۱۹۹۶ء تا ۱۹۹۷ء		″	۲۳۷

Scanned with CamScanner

بشنو از طائرِ محصورِ چمن
گرید با او لاله و گل و یاسمن
هر بُلبُل خوشنوا هدفِ صیّاد
پا بریده اَست آهوی ختن
چه خواهد رُست درین بستان فردا؟
هست مشغول هر کس در خون کاشتن!
چرا تاسف خورد هجوم زیرکان اینجا؟
اگر در عشقِ شیرین زندگانی باخت کوهکن
گشایم گر قبا از سینهٔ صد چاک خودم
خاکستر شود ز شعلهٔ زخمم دشت و دمن

غزل

۲

ببین مرغانِ زبونِ چمن را
ببین هر شجر را، ستون چمن را
هست نم این خاک از خونِ بُلبُل
نداند کس حساب خونِ چمن را
زندانی هست روز دیارم
داند شب بس شبخونِ چمن را
رقصِ مرگ هست در آشیانم
کفن هم نیست مدفونِ چمن را
صبا هم مدتی است، اینجا نیامد
مسیحا بپرس جنونِ چمن را

Scanned with CamScanner

۳

تا کجا ماند ابر سیاه بر آفتاب!

غنچه های لاله و گل بهر دمیدن در شتاب!

خسته هستم در تلاش آب شیرین حیات

همسفران بر منزلها نمود راه سراب!

تو چه دانی لذت آبله پای راه!

دوست می دارم ز دل این تلخی کرب و عذاب

هر کسی داند مرا دیوانهٔ بی خانمان

گر تو خواهی دیوانگی جرعه ای کش زین شراب

بر لب گل لرزه ای از غضب و گرمئ آسمان

هر گلِ نوخیز میخواهد باران از سحاب

۴

بیا یک شب به خانهٔ ویرانهٔ من

گشایم دل و گویم افسانهٔ من

چه جائی هست درینِ عالم که آنجا

حیات آزرده باشد مثلِ کاشانهٔ من

به کس گویم چه می بینم درین شب

همه خوابیده اند در خانهٔ من

مدتیست منتظرِ آفتاب هستم

فشاند تیرگی شبِ بیگانهٔ من

نمی خواهم کنم آلوده ساغر

تا نه بینم در میخانهٔ من

Scanned with CamScanner

۵

چرا گلچین مرا چیند؟ بیندیش
به نظر کج چرا بیند؟ بیندیش
چه هست در عشق آن با آرزو ها
بُلبُل رنگین نوا میرد، بیندیش
چرا آن مرغِ سحر دوست نالد؟
چرا با دیو شب می ستیزد؟ بیندیش
به خون او چمن گر لاله رنگ است
گلستان را آفریند بیندیش
مباش ایمن هرگز ازین مروّت
شکر بازهری آمیزد بیندیش

۶

خطا کردم که در فصل خزان شگفتم
در باد زمستان نغمه بهاران گفتم
من از زیر کوه برف سر برآوردم
عزم گرفتم که درجوی گلستان بُغتم
مرغان سحر دوست فردا زمن طلبند
من داغهای چمن را درجان نهفتم
شب سرد و سیاه و تنهای جان گداز بود
من قطره های خون جگر از مژگان سُفتم
دیدم که آغوش شب واشده بود
درعشقِ سحر تابدار این سان آشفتم

Scanned with CamScanner